81030-بیماری کی بنا پر رمضان کے روزے چھوڑنے والی فوت شدہ شخص کی جانب سے روزے رکھنا

سوال

برائے مہربانی درج ذیل حدیث کی شرح کریں :
"جو شخص فوت ہوجائے اوراس کے ذمہ روزے ہوں تواس کی جانب سے اسکا ولی روزے رکھے "
والد طویل مدت تک بیمار رہنے کے بعد فوت ہوااوراس نے پچھلے رمضان کے روزے مکمل نہیں کیے، توکیا اس کی جانب سے اس کی اولاد میں سے کسی کوروزے رکھنا ہونگے، یا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ؟

پسندیدہ جواب

اگر تو یہ مریض دائمی مرض کا شکار تھا جس سے شفایابی کی امید نہ تھی، تواس پر نہ توروزے ہیں، اور نہ ہی روزوں کی قضاء، بلکہ وہ ہر یوم کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے، اوراگراس نے اپنی زندگی میں یہ کام کرلیا ہے توٹھیک وگرنہ اس کے ورثاء اس کی جانب سے مساکین کو کھانا کھلائیں.

لیکن اگراس کی بیماری ایسی تھی جس سے شفایابی کی امید تھی تواس پر بیماری کی بنا پر رمضان میں روزے فرض نہیں، بلکہ اس کے ذمہ قضاء ہے، اوراگروہ بیماری رہنے کی بنا پر قضاء کی ادائیگی نہیں کرسکا تواس کے ذمہ کچھ نہیں، نہ توروزے رکھنا، اور نہ ہی کھانا کھلانا، اور نہ ہی اس کے ورثاء کے لیے اس کی جانب سے روزے رکھنا لازم ہیں، اور نہ ہی اس کی جانب سے کھانا کھلانا.

لیکن اگروہ قضاء کی ادائیگی پر متمکن تھا، لیکن اس کے باوجود قضاء کے روزے نہیں رکھے، تواس کے ورثاء کے لیے اس کی جانب سے اتنے ایام کے روزے رکھنا مستحب ہیں جواس نے چھوڑے تھے، اوراگروہ ایسا نہیں کرتے توپھر ہر یوم کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلادیں.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان :

"جو شخص فوت ہوجائے اوراس کے ذمہ روزے ہوں تواس کی جانب سے اسکا ولی روزے رکھے "

یعنی جس نے کسی عذر مثلا حیض اور سفر یا بیماری جس سے شفایابی کی امید ہے کی بنا پر روزے نہیں رکھے، اورانکی قضاء میں روزے رکھنے پر قادر تھا لیکن اس نے نہیں رکھا تواس کے ولی کے لیے روزے رکھنا مستحب ہیں.

عون المعبود میں ہے :

"اہل علم اس پر متفق ہیں کہ : جب بیماری یا سفر میں کسی نے روزے ترک کیے، اورپھراس کی قضاء میں کوتاہی نہ کی اور مرگیا تواس کے ذمہ کچھ نہیں، اور نہ ہی اس کی جانب سے کھانا کھلانا واجب ہے، لیکن قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں : اس کی جانب سے کھانا دیا جائیگا، اور طاؤس سے بھی یہ بیان کیا جاتا ہے "

دیکھیں : عون المعبود (26/7).

اور شیخ ابن عثیمین مجموع الفتاوی میں مستحب اور مکروہ کیا ہے اور قضاء کا حکم کے تحت لکھتے کہتے ہیں :

"جس کسی نے رمضان المبارک میں بیماری کی بنا پر روزے نہ رکھے اور پھر قضاء میں روزے رکھنے سے قبل کی فوت ہوگیا تو الحمد للہ اس مسئلہ میں کوئی اشکال نہیں، نہ تو نصوص اور آثار کے لحاظ سے، اور نہ ہی اہل کی کلام کے اعتبار سے.

رہیں نصوص تو اللہ تعالی کا فرمان ہے :

.{اور جو کوئی مریض ہو یا مسافر تو دوسرے ایام میں گنتی پوری کرے}.

تو اللہ سبحانہ و تعالی نے دوسرے ایام میں گنتی پوری کرنی واجب کی ہے، اس لیے اگر انسان وجوب کا وقت پالینے سے قبل ہی فوت ہوجائے تو وہ اسی طرح ہے کہ جیسے رمضان المبارک کا مہینہ پانے سے قبل ہی فوت ہوگیا، اس پر آنے والے رمضان کے لیے کھانا کھلانا واجب نہیں ہوتا، چاہے وہ کچھ دیر قبل ہی فوت ہوجائے.

اور یہ بھی ہے کہ یہ مریض تو ابھی اپنی مرض میں ہی ہے اس پر تو روزے فرض ہی نہیں، اس لیے جب شفایاب ہونے سے قبل ہی فوت ہوگیا تو وہ روزے فرض ہونے سے قبل فوت ہوا، اس لیے اس کی جانب سے کھانا کھلانا واجب نہیں ہوتا؛ کیونکہ کھانا کھلانا روزے کے بدلے میں ہے، اور جب روزے واجب نہیں ہوئے تو اس کا بدل بھی واجب نہیں ہوا.

یہاں سے قرآن مجید کی اس پر دلالت ثابت ہوتی ہے کہ اگر وہ روزے نہ رکھ سکے تو اس پر کچھ لازم نہیں آتا.

اور سنت کے دلائل یہ ہے :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"جو شخص فوت ہوجائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی جانب سے روزے رکھے"

صحیح بخاری حدیث نمبر (1952) صحیح مسلم حدیث نمبر (1147).

اس حدیث کا منطوق تو ظاہر ہے، اور اسکا مفہوم یہ ہے کہ :جس پر روزے نہ ہوں اور وہ فوت ہوجائے تو اس کی جانب سے روزے نہیں رکھے جائینگے، اور اوپر جو کچھ بیان ہوا ہے اس سے آپ کو یہ معلوم ہوا ہوگا کہ جب مریض کا مرض مستقل ہو اور مرض موجود ہو تو اس پر روزے فرض نہیں ہوتے نہ تو بطور ادا نہ ہی بطور قضاء.

اور رہی اہل علم کی کلام تو وہ درج ذیل ہے :

المغنی ابن قدامہ طبع دار المنار (241/3) میں لکھا ہے :

"اسکا اجمال یہ ہے کہ جو شخص فوت ہوگیا اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو وہ دو حالتوں سے خالی نہیں :

پہلی حالت :

روزے رکھنے کے امکان سے قبل ہی فوت ہوگیا، یا تو وقت کی تنگی کی بنا پر، یا پھر بیماری یا سفر کی بنا پر، یا روزے رکھنے سے عاجز تھا : تو اکثر اہل علم کے قول کے مطابق اس شخص کے ذمہ کچھ لازم نہیں، اور طاؤس اور قتادہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ دونوں اس شخص پر کھانا کھلانا واجب قرار دیتے ہیں، پھر اس کی علت بیان کرنے کے بعد اس علت کو باطل بھی کیا ہے.

پھر وہ صفحہ (341) پر کہتے ہیں :

دوسری حالت : وہ روزے رکھنے کے امکان کے بعد فوت ہوا ہو، تو اس شخص کی جانب سے ہر یوم کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا واجب ہے، اکثر اہل علم کا قول یہی ہے، اور عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہم سے بھی یہی مروی ہے...

پھر کہتے ہیں : اور ابو ثور رحمہ کا قول ہے : اس کی جانب سے روزے رکھے جائینگے، امام شافعی کا قول یہی ہے، پھر ہم اوپر جو عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث ذکر کی ہے اس سے انہوں نے استدلال کیا ہے.

اور شرح المھذب (343/6) ناشر مکتبہ الارشاد میں ہے :

"جو شخص بیماری یا سفر وغیرہ دوسرے عذر کی بنا پر فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں اور وہ ان روزوں کی قضاء کرنے پر قادر نہ ہو سکا ہو تو علماء کے مذاہب اس میں کئی ایک ہیں :

ہم نے بیان کیا ہے کہ ہمارے مذہب میں تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں آتی، نہ تو اس کی جانب سے روزے رکھے جائینگے، اور نہ ہی اس کی جانب سے کھانا کھلایا جائیگا، ہمارے ہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں.

اور امام ابو حنیفہ اور جمہور کا یہی قول ہے، العبدری کہتے ہیں : طاؤس اور قتادہ کے علاوہ باقی سب علماء کا قول یہ ہے، وہ دونوں کہتے ہیں کہ : اس کی جانب سے ہر یوم کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا واجب ہے، پھر اس کی علت بیان کرنے کے بعد اسے باطل بھی کیا ہے.

وہ کہتے ہیں : ہمارے اصحاب میں سے بیہقی وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو اس پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرو"

اور "الفروع" (39/3) طبع آل ثانی میں درج ہے :

"اور اگر اس نے قضاء کرنے میں تاخیر کی حتی کہ قضاء سے قبل ہی فوت ہو گیا : اگر تو یہ تاخیر کسی عذر کی بنا پر تھی تو اس پر کچھ لازم نہیں، دلیل نہ ہونے کی وجہ سے اسے تینوں آئمہ کے موافق بیان کیا ہے"

تو اس سے یہ واضح ہوا کہ اس مسئلہ میں کوئی اشکال نہیں، اگر کوئی عذر باقی اور جاری ہو تو بغیر روزہ رکھے ہوئے فوت ہونے والے شخص کی جانب سے روزوں کی قضاء نہیں کی جائیگی، اور اسی طرح اس کی جانب سے کھانا بھی نہیں کھلایا جائیگا.

لیکن اگر اس کی بیماری ایسی ہو کہ اس سے شفایابی کی امید نہیں تو اس وقت وہ اس بوڑھے کی طرح ہو گا جو روزے رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اس لیے اس کی جانب سے کھانا کھلایا جائیگا؛ کیونکہ اس کی زندگی میں بھی روزوں کے بدلے اس پر یہی واجب تھا.

اور اسی مسئلہ میں اہل علم نے جو مقرر کیا ہے، اس کے متعلق نفس میں کچھ نہیں، اور جو کچھ ہم نے اوپر کی سطور میں لکھا ہے اس سے آپ کو یہ معلوم ہوا ہو گا کہ اگر طاؤس اور قتادہ سے مروی نہ کیا جاتا تو یہ تقریبا اجماع ہونے والا تھا" انتہی.

دیکھیں : مجموع فتاوی ابن عثیمین (19) مستحب اور مکروہ کیا ہے اور قضاء کا حکم.

اور مستقل فتاوی کمیٹی کے فتاوی جات میں درج ذیل سوال ہے :

(97ء) کے رمضان المبارک میں میری والدہ بیمار تھی اور اس میں سے آٹھ روزے نہیں رکھ سکی اور رمضان کے تین ماہ بعد فوت ہوگئی تو کیا میں اس کی جانب سے آٹھ روزے رکھوں، اور کیا یہ ممکن ہے کہ ان روزوں کو (98ء) کے رمضان کے بعد تک مؤخر کردوں، یا کہ اس کی جانب سے صدقہ کروں ؟

فتاوی کمیٹی کا جواب تھا :

"اگر تو آپ کی والدہ رمضان المبارک کے بعد شفایاب ہوگئی تھی جس میں اس نے آٹھ روزے چھوڑے تھے، اور وہ فوت ہونے سے قبل شفایاب رہی اور روزے قضاء کرنے کی استطاعت رکھتی تھی، لیکن بغیر قضاء کیے ہی فوت ہوگئی تو آپ کے لیے یا اس کے کسی رشتہ دار کے لیے اس کی جانب سے آٹھ روزے رکھنے مستحب ہیں؛ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"جو شخص فوت ہوجائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی جانب سے اسکا ولی روزے رکھے "

متفق علیہ.

اور روزوں کو مؤخر کرنا جائز ہے، لیکن قدرت ہونے کے ساتھ روزے جلدی رکھنا اولی اور افضل ہیں.

لیکن اگر وہ مسلسل بیمار رہی اور بیماری کی حالت میں ہی فوت ہوگئی اور روزے قضاء کرنے کی استطاعت نہ تھی، تو اس کی جانب سے روزے نہیں رکھے جائینگے، کیونکہ وہ قضاء میں روزے رکھنے پر متمکن ہی نہیں ہو سکی.

اس کی دلیل عمومی فرمان باری تعالی ہے :

{اللہ تعالی کسی بھی جان کو اسکی وسعت وطاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا}.

اور فرمان باری تعالی ہے :

{تو تم میں جتنی استطاعت ہے اس کے مطابق اللہ کا تقوی اختیار کرو}. انتہی.

دیکھیں : فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (372/10).

واللہ اعلم.